افادات حسن البناؒ شہید

ہمارے اجتماعات کی اصل غایت

ترجمہ و ترتیب : منیر احمد خلیلی

حمد و صلوٰۃ اور تحیہ و دعا کے بعد فرمایا : برادران گرامی ! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ سنور جاتا ہے تو سارے جسد اور انسانی شخصیت کی اصلاح ہو جاتی ہے، جب گوشت کا وہ لوتھڑا فساد زدہ ہو تو تمام جسم اس فساد و بگاڑ کی زد میں آ جاتا ہے اور یاد رکھو یہ دل ہے ..... ہم اپنے دل کا یہ حق سلب نہیں کرنا چاہتے، ہمارے دل کریمانہ اور لطیف جذبوں سے محروم نہیں رہنے چاہئیں۔ یہ کریمانہ اور لطیف جذبہ اللہ کی خاطر محبت اور اس کی راہ میں اخوت و بھائی چارہ ہے۔ یہ جذبہ دل پر اپنا اثر دکھاتا ہے اور مختلف جہتوں سے اس کا تزکیہ کر کے اس کا اظہار اس طرح کرتا ہے جیسے ہم اپنے حلقے اور ماحول میں دیکھ رہے ہیں۔ ہفتے میں ایک دفعہ ہمارا یہ اخلاص بھرا اجتماع اسی جذبے کا مظہر ہے۔

میں نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ اس جذبۂ اخوت کو نظر انداز نہ ہونے دوں اور اسے کما حقہٗ پیش کروں۔ ہماری کوشش اور خواہش ہوتی ہے کہ آپ بھائیوں سے یہاں ملاقات کر کے اس جذبے کی تسکین، تہذیب اور اظہار کا سامان کر لیں۔ ہماری ملاقات ہمارے اندر سکون و راحت اور مسرت کی کیفیات کی حامل بنے، ہماری یہاں کی گفتگو سے اُنس و محبت کے رشتے محکم ہوں۔

جیسا کہ میں ہمیشہ سے کہتا چلا آرہا ہوں اور جی چاہتا ہے کہ آپ اسے اچھی طرح جان اور ذہن نشین کر لیں کہ علمی حقائق کے اعتبار سے، جو یہاں آکر آپ سیکھتے ہیں، کسی بلیغ عبارت کی قدر و قیمت کے لحاظ سے جو آپ یہاں سے یاد کر کے اُٹھتے ہیں یا درس کے دوسرے رُخوں

سے جو آپ یہاں سے سمجھ کر جاتے ہیں۔ آپ کا یہاں جمع ہونا کچھ کم مفید نہیں ہے، لیکن برادرانِ محترم! یاد رکھیں، ایک چیز ان سب فوائد سے برتر اور بہتر ہے، وہ یہ کہ یہاں آکر ہماری رُوحوں کو ہمارے باہمی تعلقات کے باعث ایک تقویت اور اخوت و محبت کی ایک غذا میسر آتی ہے۔ ہمارے دل اُنس و یگانگت کی سرشاری اور سیرابی پاتے ہیں، ہم خالص اللہ کے لیے جمع ہونے اور باہم ملاقات کرنے کی حقیقی لذت اور خوشی پاتے ہیں۔

ہمارے یہاں جمع ہونے سے باہمی محبت و اخوت کی جو کیفیات اُجاگر اور پختہ ہوتی ہیں، یہی کمزوروں کی قوت و استعداد، محتاجوں کا خزانہ، ناامیدوں اور محروموں کے لیے سعادت و مسرت کی دولت ہے۔ یہ اُنھیں اُس وقت نصیب ہوتی ہے جب (معاشرے کے فاسد ماحول میں) وہ اُنس و محبت اور قلبی خوشیوں کے امکانات سے محروم ہوتے ہیں۔

آج ہماری اجتماع کی اس رات کو ہمیں چاہیے کہ جہاں ہم علمی فوائد کی تمنا لے کر آئیں وہاں رُوح کی توانائی کے اِس سامان سے غافل نہ رہیں۔ موانست و یگانگت کے رستے روحانی اور نفسیاتی خوشی کے رُخ کو کم اہم نہ سمجھیں، اور اللہ کے لیے جمع ہونے، ملنے اور آپس میں بھائی چارے کے سچے اور مخلصانہ جذبوں سے قلبی سرور اور روحانی اطمینان حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ نیکی اور تقویٰ کے معاملے میں تعاون اور اللہ سے خالص اس کی رضا کی خاطر باہمی محبت کی دُعا کرتے رہیں، جو ہمارے لیے دُنیا و آخرت کے فیوض و فوائد کا باعث بنے۔ بلاشبہ اللہ ہی سب سے اچھا سرپرست و مددگار ہے۔

ایک انوکھی قلبی کیفیت
میرے محترم اور فاضل بھائیو! آج میرے دل میں ایک انوکھا خیال، نادر احساس اور نئی تاثیر پھوٹ رہی ہے۔ آج میں فکر و ذہن کے دوش پر پرواز کرتا ہوا، تخیل ہی تخیل میں سفر کرتا ہوا، پیچھے — بہت پیچھے — چلا گیا۔ آج شام مغرب کی نماز کے لیے کھڑا ہوا تو میرے نفس و قلب میں ایک عجیب احساس نے جنم لیا۔ میں نے نماز کی صفوں کی کی درستی کے اطمینان کے لیے پیچھے مُڑ کر اخوان پر نظر ڈالی۔ میرا یہ معمول ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کرتا ہوں کہ آپؐ تکبیر اُولیٰ سے قبل ایک نظر پیچھے صفوں پر ڈال لیا کرتے تھے۔ کبھی آپؐ خود ایسا کرتے، کبھی کسی اور شخص کو حکم دیتے کہ وہ نماز کی صفوں کو سیدھا کر دے۔

آپ فرمایا کرتے تھے" صفیں درست کرلو، قدم اور کندھے ملالو اور اپنے بازو بھائیوں کے بازوؤں کے سامنے ڈھیلے چھوڑ دو"..... تو میں نے آج پیچھے مڑ کر صف پر نگاہ ڈالی، میں تصور ہی تصور میں پوری واردات قلبی کے ساتھ، مکہ کے جوار میں، کوہ صفا کے دامن میں پہنچ گیا۔ وہ مقام جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعوت کے آغاز میں صحابہ کرامؓ کی جماعت کے ساتھ پوشیدہ طور پر اکٹھے ہوتے تھے۔ مختلف عمروں کے اور جدا جدا گھروں اور خاندانوں سے آئے ہوئے افراد کا گروہ، جس میں بچے بھی تھے اور ادھیڑ عمر کے افراد بھی اور جوان بھی، امیر بھی تھے، غریب بھی۔ شہرت یافتہ بھی تھے اور گم نام بھی، مہذب اور صاحبان علم و دانش بھی تھے اور ان پڑھ بھی، غلام بھی تھے اور آزاد بھی۔ اس مقدس گروہ کے یہ سب لوگ اتنی قلیل تعداد میں تھے کہ انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے۔ یہ سو سے کم تعداد میں تھے۔ اس گروہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دامن صفا میں جمع کرتے، انہیں روحانی فیوض سے مالا مال کرتے، کتاب اللہ کے احکام پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرماتے، وحی الٰہی کی آیات انہیں سناتے اور سکھاتے تھے۔ اسی مختصر سے گروہ کو لے کر آپ نئی دعوت حق کی روشنی میں ایک بالکل نئے عالم کی تعمیر کرنے نکلے تھے۔

میرے اخوان ساتھیو! یقین کرو، میں آج اس تصور میں اس قدر کھو گیا کہ قریب تھا کہ تکبیر اقامت صلوٰۃ کی بھی خبر نہ رہتی۔ میری ظاہری شخصیت میری باطنی کیفیات میں لپٹ سی گئی تھی۔ سو میں نے آج اس موقع کو غنیمت جانا کہ آپ کو واردات و کیفیات قلبی میں شریک کروں ــــ ایسا کیوں نہ ہو؟ ہماری یہ قلیل التعداد جماعت بھی کوہ صفا کے اس مقدس گروہ کا تسلسل ہے۔ اس کے پیش نظر بھی ایک نئے ماحول اور نئے معاشرے کی تعمیر و تشکیل کے لیے ایک نئی دعوت ہے۔ یہ بھی عالم نو کی تعمیر و تزئین کا علم لے کر اٹھی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "میری امت میں سے جب تک حق کی نمائندہ اور علم بردار جماعت اٹھے گی، کسی کی مخالفت اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔" آثار میں آیا ہے "میری امت میں قیامت کے روز تک خیر اور بھلائی کسی نہ کسی حد تک موجود و برقرار رہے گی۔"

حضرات! میں آپ کی شخصیات اور سینوں میں بھی اسی گروہ صحابہؓ کی جھلک دیکھ رہا

ہو، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اُٹھا تھا۔ یہی نو سال سے چالیس سال کی عمر تک کے افراد کا پُرعزم گروہ، جس میں ایسے نادار بھی تھے کہ ایک روز کا پورا کھانا بھی انہیں میسر نہیں تھا، ایسے خوش حال و متمول بھی تھے جنہیں اللہ نے خاصے مال سے نواز رکھا تھا — یہ باہم ملاقات کے لیے جمع ہوتے تھے۔ اُنہیں جاہ و منصب، عددی برتری، سامانِ حرب و ضرب میں سے کوئی فوقیت حاصل نہ تھی۔ بس اُن کے درمیان ایک عظیم و محبوب ہستی تھی جس کا الفاظ ربانی میں اپنا اعلان تھا: " اے نبیؐ، کہو کہ میں تو ایک انسان ہوں تم ہی جیسا، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ خدا بس ایک ہی خدا ہے"۔ (کہف-۱۱۰)

اِس گروہ باصفا کے ارکان دامنِ کوہِ صفا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد اکٹھے ہوتے تھے آپ جانتے ہیں وہ کیا خواب دیکھا کرتے تھے؟ انہیں کس چیز کی فکر ہر وقت دامن گیر رہتی تھی؟ اُن کی کیا خواہشیں ہوتی تھیں؟ صفا کے دامن میں دُنیا کی نگاہوں سے چھپ کر کیسی اُمیدیں اُن کے دلوں میں انگڑائیاں لیتی تھیں؟ چپکے چپکے وہ کیا سرگوشیاں آپس میں کیا کرتے تھے؟ اُن کا نصب العین اور مطمحِ نظر کیا تھا؟

میرے بھائیو! وہ دُنیا والوں کے ذہنوں میں ایک انوکھی اور یکسر نئی عقل و دانش رکھ دینا چاہتے تھے۔ اِس سینہ گیتی پر ایک نئی دُنیا اور نیا ماحول پیدا کرنے نکلے تھے۔ اس گوشت پوست کے انسان کو باعتبارِ مقاصدِ حیات نئے انسان کے قالب میں ڈھالنے کا عزم لے کر اُٹھے تھے۔ آسمان والے — ربّ — اور زمین والی — مخلوق — کے درمیان نئے سرے سے رشتہ قائم کرانا چاہتے تھے۔ کمزور اور ضعیف لوگوں کا یہ ننھا سا جتھا اللہ کے حکم و اذن سے عالمِ انسانیت کو ایک نئے نظام سے آشنا کرکے انسانیت کا ایک نیا نقشہ تیار کرنے اُٹھا تھا تاکہ انسان اللہ کی منشا پر اکٹھے ہوجائیں اور انسانوں کے دل رب العباد سے جُڑ جائیں۔ ایک نیا شعور، ایک نیا تصوّرِ زیست، ایک اُجلی فراست، ایک نرالی عقل جنم لے، انسانیت کے ہاتھ میں نئے اور عظیم نظام پر مشتمل نئی کتاب تھمائی جائے، بنی نوعِ انسان کے لیے نمونے کی ایک اُمت نیا رہو جو اس وصف کے واقعی موصوف ہو، جس کا ذکر اللہ تبارک و تعالیٰ نے کیا ہے — " اب دُنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے

انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے"۔ (آل عمران - ۱۱۰)

محترم و مکرم بھائیو! میں نے تصور ہی تصور میں عظیم رُوحانی قوتوں اور خصوصیتوں کے مالک اس گروہ میں اپنے آپ کو محسوس کیا، میں نے صفا کے دامن میں تربیت پانے والے اُس گروہ کے عدیم المثال مربی — صلی اللہ علیہ وسلم — کی دعوت کی بنیادوں کا جائزہ لیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ اُس دعوت کی تین اہم اور مضبوط بنیادیں تھیں۔ ہم اگر اپنے آپ، اپنی معاشرت و اجتماعیت کو اُنہی بنیادوں پر استوار کریں تو وہی عزت و نصرت ہمارا مقدر بن سکتی جس سے وہ سرفراز ہوئے تھے۔

دعوت و تربیت کی تین بنیادیں

۱- ایمانِ کامل:- کامل و مضبوط ایمان کی یہی خصوصیت تھی جس کے باعث وہ دعوتِ حق کے اصلی نصب العین سے وابستہ ہوئے۔ اِس ایک وابستگی نے انہیں باقی تمام وابستگیوں سے بے نیاز و بلند کر دیا۔ باقی سارے اہداف ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ صرف غلبۂ دین ہی ان کا حقیقی ہدف رہا۔ انہوں نے ایک پکارنے والے کی پکار سُنی تو اُس پکار پر لبیک کہتے ہوئے اُدھر لپک پڑے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه اُن کا شعار، اُن کا نعرہ اور ان کی پہچان بن گئی۔ ہر دوسرے مقصد سے کٹ کر وہ اسی مقصدِ عظیم کے ہو رہے اور اِس مقصد سے ہٹ کر ہر چیز ان کی نظر میں ہیچ اور بے وقعت قرار پائی۔ ہدایت و گمراہی کا ایک نیا پیمانہ اُن کے ہاتھ آیا۔ جس کی روشنی میں مشرکینِ مکہ ضلالت و گمراہی پر نظر آ رہے تھے۔ کیونکہ وہ سچے خدا کے ساتھ کچھ دوسری خود ساختہ ہستیوں کو خدا بنائے ہوئے تھے۔ اہلِ فارس اِس لیے بدراہ تھے کیونکہ وہ اپنی خواہشاتِ نفس کی پرستش میں مصروف تھے۔ اہلِ کتاب اس لیے راستی سے ہٹے ہوئے تھے کیونکہ انہوں نے اپنے مذہب کے مولویوں اور پیروں کو اللہ کی جگہ معبود و پیشوا بنا لیا تھا۔ ساری زمین صلاح، ہدایت اور صراطِ مستقیم سے پھری ہوئی تھی۔ کیونکہ زمین والے زندگی کے اُمور میں اللہ کی ہدایت کے پابند نہیں تھے۔ اور اپنی راہِ حیات کو اپنے رب کے بخشے ہوئے نُور سے روشن نہیں کرتے تھے..... لیکن یہ گروہِ حق!!! اِس سے تعلق رکھنے والے ہر فرد نے حق سے رشتہ جوڑ کر، بُت پرستی، نفس اور شہوات کی غلامی سے چھٹکارا پا لیا تھا۔ اپنا

سب کچھ اللہ کی رضا کی خاطر اس کے سپرد کر دیا تھا ۔ وہ سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے ۔ کسی اور کے سامنے نہ گردن جھکاتے ، نہ جبینِ نیاز ٹیکتے تھے ۔ اللہ سے بڑھ کر انہیں کسی پر بھروسہ نہیں تھا ۔ اس لیے سوال کرتے تو صرف اللہ ہی سے کرتے تھے ۔ اللہ کی محبت سے بڑھ کر اُن کے لیے کوئی سامانِ لُطف و لذّت نہیں تھا ۔ جب کبھی غمزدہ اور رنجیدہ ہوتے تو اس کا سبب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اُن سے کوئی خطا سرزد ہو گئی ہوتی ، انہیں یہ احساس رنج اور دُکھ میں مبتلا کر دیتا تھا کہ جس خطا کا ارتکاب اُن سے ہوا ہے ، اس کے سبب وہ اپنے اللہ سے دُور ہو جائیں گے ۔ تین عوامل میں سے یہ پہلا عامل ـــــ ایمانِ کامل ـــــ تھا ، جو ان کی زندگیوں میں غالب انداز میں کارفرما تھا ۔ ایمان ہی ان کا نسب اور ان کی شناخت تھا ۔ بقول شاعر

ؔ أبي الإسلام ، لا أب سواه
إذا افتخروا بقيس أو تميم

(کوئی قیس و تمیم سے نسب پر فخر کرتا ہے تو کرتا رہے ، میں نے تو اسلام ہی کو اپنے باپ کا درجہ دے لیا ہے ۔ اِس کے سوا میرا کوئی نسب نہیں ۔)

یاد رکھو ، زمین اللہ کی ہے ، وہ جسے چاہتا ہے اِس کا وارث بناتا ہے ۔ انجام کی بھلائی صرف اس کا خوف رکھنے اور اس سے ڈر کر رہنے والوں کے لیے ہے ۔ باقی سارے فرق انسانیت کو پارہ پارہ کرنے اور دلوں میں بُعد اور نفرت پیدا کرنے والے ہیں ۔ رسولِ اللہ والوں نے رنگ و نسل اور دیگر رنگوں کو مٹا کر اپنے اُوپر ایمان کا رنگ چڑھا لیا تھا ۔

ب ـــ باہمی محبت و اخوت : اُس گروہِ مقدس میں نسب و مراتب اور اموال و اسباب کے لحاظ سے کچھ فرق تھے ۔ لیکن ایمان کی بنیاد پر دلوں کے جڑنے ، اللہ کے لیے محبت ، روحانی اُلفت ، جذباتی لگاؤ اور باہمی اتحاد و وحدت نے ان کے اندر رُتبوں ، منصبوں اور القاب و اعزازات کی تفاوت ختم کر دی ۔ اِس نوعیت کے فرق و تفاوت کی موجودگی نے ان کے دلوں کو ایک دوسرے سے دُور نہ ہونے دیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ " اللہ کے نزدیک بلند مرتبت وہی ہے جو تقویٰ کے لحاظ سے سب سے بلند ہے " ۔ چنانچہ تفرقہ کو جنم دینے والے

عوامل اُن کی وحدت کو متاثر نہ کر سکے۔ اُن کے سامنے ایک ہی تصوّر و تعلیم تھی جو اُن کے خون کی گردش کا حصہ بن گئی تھی کہ اکٹھے ہو جاؤ، وحدت و اتحاد کی لڑی میں اپنے آپ کو پرو لو اور اللہ کی محبت اور اُس کے دین کی نسبت سے اپنے اندر اخوت اجاگر کرو اور آگے بڑھو۔ اُن میں سے کوئی بھی اپنے دوسرے مسلمان کو حقیر نہیں سمجھتا تھا۔ اُن کی باہمی محبت باقی ہر محبت سے فزوں و فائق تھی۔ ایسی محبت جو ایثار و ترجیح کے اونچے درجے پر پہنچی ہوئی تھی ـــ "یہ (انصار) اُن لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے اُن کے پاس آئے ہیں، اور جو کچھ بھی اُن کو دے دیا جائے اُس کی کوئی حاجت تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں" (حشر ۹)

محبت و تعلق کا جو معیار قرآن نے انہیں دیا ہے اُسے پیشِ نظر رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ خونی رشتے بھی اگر ایمانی تعلق سے عاری ہوں تو اسلام کی نگاہ میں بے معنی ٹھہرتے ہیں۔ "اے نبیؐ، کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اُس کے رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کرتا" (التوبہ ـــ ۲۴)

ترک و ایثار اور بے نیازی کی کیفیت نے اُن کے اندر ایسا گھر کر لیا تھا کہ اِس جذبے کی روح کو پا لینے کے بعد اللہ کی خاطر ہر چیز کی محبت انہوں نے دلوں سے نکال دی تھی، اور اپنی ہر متاع اللہ کے لیے پیش کر دی تھی۔ یہاں تک کہ مالِ غنیمت سے کوئی چیز لینا اللہ نے اُن کے لیے حلال کر رکھا تھا، لیکن پھر بھی وہ اِس مال کی محبت سے مغلوب ہو کر اس پر حریصانہ لپکنا اور لے اڑنا منافی ایثار تصور کرتے تھے۔ قیمتی سے قیمتی چیز بھی ہاتھ آجاتی تو از خود سنبھال لینے سے گریز و انکار کرتے تھے۔ اللہ کی رضا کی خاطر وہ اِن مادی چیزوں سے دست کش ہو کر اطمینان و فخر محسوس کرتے تھے اور اُن کے اعمال اور رویوں کے

اندر حرص وطمع کا شائبہ تک نہ ہوتا تھا۔

یہی تین عوامل تھے جنھوں نے اُنہیں عرفانِ حق اور محبت الٰہی کے سوا ہر چیز سے کٹ جانے اور چھوڑ بیٹھنے کے قابل بنا دیا تھا۔ اور اُن کے دل باہمی محبت و اخوت کے جذبے سے مربوط ہوگئے تھے۔ وہ ایثار و قربانی کے ایسے جذبے سے سرشار ہوئے کہ اپنی جانیں اور مال اللہ کی راہ میں پیش کرنا اُن کے لیے بڑا آسان ہوگیا اور اُن کا حال یہ ہوا کہ اجتماعیت و وحدت کی اس رُوح نے انہیں ذلت سے نکالا، عزت سے سرفراز کیا۔ ٹکڑے ٹکڑے تھے، اتحاد کی لڑی میں انہیں پرو دیا۔ جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر اُنہیں علم و معرفت کی روشنی میں لا کھڑا کیا۔ یہاں تک کہ وہ پوری انسانیت کے لیے مینارۂ نُور ثابت ہوئے اور آخرت میں اللہ یقیناً انہیں جنت کے دُولہے بنائے گا۔

برادرانِ محترم! نماز کی صف ترتیب دینے اور نماز کے لیے کھڑے ہوتے وقت جب میں نے آپ پر ایک نظر ڈالی تو یہی احساس و خیال تھا جو میرے قلب و ذہن پر چھا گیا۔ یہی کیفیات آپ سے مخاطب ہوتے وقت مجھ پر طاری تھیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ ہم میں اُن اسلاف کے سچے پیرو اور وارث پیدا فرمائے۔ ہم میں خالص اللہ کے لیے دُنیا کی ہر ایک چیز سے دست بردار ہو جانے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ ہم اللہ سے سچی محبت کرنے اور اُس کے کلمے پر جمع ہونے والوں میں شمار ہوں۔ ہم اپنے ان اسلاف کی مانند ہو جائیں جو ایک نصب العین پر جمع ہوئے اور انھوں نے اللہ کی رضا کے لیے اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا تھا۔ اے اللہ، ہم اپنے بزرگوں کے مثل بننے کی تمنا کرتے ہیں تو ہمیں ویسا بنا دے۔ آمین!

تصحیح شمارہ ستمبر

۱۔ ص ۲۳/۲۲ کی سطر ۱۳ کے شروع میں "عورت" کے بجائے "دو عورتوں" ہونا چاہیے۔

۲۔ ص ۵۶/۵۵ ۔ آخری سطر۔ "اعبات" کی جگہ "احباب" ہونا چاہیے۔

(ادارہ)